نفلی حج یا عمرہ کسی دوسرے کی طرف سے کروایا جاسکتا ہے؟

دارالافتاء اهلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح چند شرائط کی موجودگی میں کوئی شخص اپنا حج بدل، کسی کو نائب بنا کر کروا سکتا ہے، اسی طرح کیا عمرہ یا نفلی حج بھی کوئی اپنی طرف سے دوسرے سے کروا سکتا ہے؟ اگر کروا سکتا ہے تو اس کی کیا شرائط ہیں؟ نیز یہ نفلی حج یا عمرہ، افعال ادا کرنے والے طرف سے ادا ہوگا اور بھیجنے والے کو صرف ثواب ملے گا؟ یا حج و عمرہ کی ادائیگی ہی بھیجنے والے کی طرف سے قرار پائے گی؟

جواب

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عمرہ یا نفلی حج میں بھی کسی کو اپنا نائب بنایا جاسکتا ہے اور اس کیلئے حج بدل والی شرائط میں سے کوئی بھی شرط ضروری نہیں ہے۔ نیز بھیجنے والے نے جب خرچہ اسی لئے دیا کہ میری طرف سے نفلی حج یا عمرہ کیا جائے تو اسی کی طرف سے ہی ادائیگی کی نیت کرنا ضروری ہوگا، ورنہ اس کے قول کی مخالفت لازم آئے گی اور خرچے کا تاوان بھی لازم آئے گا، جب بھیجنے والے کی طرف سے نفلی حج یا عمرہ کی نیت کی جائے گی تو ادائیگی بھی اسی بھیجنے والے کی طرف سے ہی ہوگی، افعال ادا کرنے والے کی طرف سے ادائیگی نہیں ہوگی۔

ترمذی و نسائی اور دیگر کتب حدیث میں ہے: "واللفظ للترمذی" عن ابی رزین العقیلی أنہ أتی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال: یارسول اللہ، ان أبی شیخ کبیر لا یستطیع الحج و لا العمرۃ و لا الظعن، قال: حج عن ابیک واعتمر۔ ھذا حدیث حسن صحیح، وانما ذکرت العمرۃ عن النبی فی ھذا الحدیث، ان یعتمر الرجل عن غیرہ۔ "ترجمہ: حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے، عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے والد بوڑھے ہیں حج اور عمرے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ ہی سواری پر بیٹھ سکتے ہیں، فرمایا: اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرے کا ذکر کیا گیا اس طرح کہ ایک شخص، دوسرے کی طرف سے عمرہ کرے۔ (سنن الترمذی صفحہ 483، مطبوعہ بیروت)

اس حدیث کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں فرمایا: "دل علی جواز النیابۃ۔۔۔ إنما أمرہ بأن یحج ویعتمر عن أبیہ وحجہ واعتمارہ عن أبیہ لیس بواجب، مع أن قول أبی رزین لا یستطیع الحج ولا العمرۃ یقتضی عدم وجوبہا علی أبیہ، فیکون الأمر فی حدیث أبی رزین للاستحباب" ترجمہ: حدیث کے یہ الفاظ، حج وعمرہ میں نائب بنانے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، حالانکہ اس کا حج اور عمرہ اپنے والد کی طرف سے کرنا، واجب نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ "میرے والد حج اور عمرہ کی استطاعت نہیں رکھتے" تقاضا کرتا ہے کہ حج وعمرہ، ان کے والد پر واجب نہیں تھا تو حدیث میں حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حکم دینا استحباب پر دلالت کرتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد 5، صفحہ 439، مطبوعہ بیروت)

نفلی حج اگر کسی سے کروایا تو اس میں حج بدل والی شرائط ضروری نہیں ہیں۔ ردالمحتار میں ہے: "قد علمت مما قدمناہ عن اللباب أن الشروط کلہا شروط للحج الفرض دون النفل، فلا یشترط فی النفل شیء منہا إلا الاسلام و العقل والتمییز۔" ترجمہ: ہم نے لباب کے حوالے سے جو پیچھے بیان کیا اس سے تو نے جان لیا ہوگا کہ حج بدل کی تمام شرائط، فرض حج کیلئے ہیں، نفلی حج کیلئے نہیں ہیں، نفلی حج کروانے کیلئے صرف اسلام، عقل اور تمییز ضروری ہے۔ (رد المحتار جلد 4، صفحہ 20، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں ہے: "یہ شرطیں جو مذکور ہوئیں حج فرض میں ہیں، حج نفل ہو تو ان میں سے کوئی شرط نہیں۔" (بہار شریعت جلد 1، حصہ 6، صفحہ 1203، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

دوسرے کی طرف سے حج کریں تو اس کے حکم کے مطابق نیت بھی دوسرے کی طرف سے کرنا ضروری ہے۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے: "(من حج عن غیرہ ینوی الحج عنہ) لأن الأعمال بالنیات، والأصل أن کل عامل یعمل لنفسہ فلا بد من النیۃ لامتثال الأمر" ترجمہ: جس نے دوسرے کی طرف سے حج کیا تو وہ نیت بھی دوسرے کی طرف سے کرے گا کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر عمل کرنے والا، اپنے لئے ہی عمل کرتا ہے، لہذا دوسرے کا حکم پورا کرنے کیلئے اسے دوسرے کی طرف سے نیت کرنا ضروری ہوگا۔ (الاختیار لتعلیل المختار جلد 2، صفحہ 217، مطبوعہ بیروت)

اگر بھیجنے والے کی طرف سے نیت نہیں کی، اپنی طرف سے کی تو تاوان لازم آتا ہے۔ ملتقی الابحر مع مجمع الانہر میں ہے "(وينوي النائب عنه) حتى لو نوى عن نفسه وقع عنه وضمن النفقة" ترجمہ: نائب، بھیجنے والے کی طرف سے نیت کرے گا، اگر اس نے اپنی طرف سے نیت کی تو اس کی اپنی طرف سے ہی حج واقع ہوگا اور اس صورت میں وہ خرچے کا تاوان دے گا۔ (مجمع الانہر جلد 1، صفحہ 456، مطبوعہ بیروت)

نفلی حج میں بھی حج کی ادائیگی، محجوج عنہ (یعنی جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہے، اس) کی طرف سے ہوتی ہے۔ البحر الرائق میں ہے: "وأشار المصنف بجريان النيابة في الحج عند العجز في الفرض، ومطلقا في النفل أن أصل الحج يقع للآمر لحديث الخثعمية، وهي أسماء بنت عميس من المهاجرات، وهو أنها قالت يا رسول الله ان فريضة الله في الحج على عباده أدركت أبي شيخا كبيرا لا يثبت على الراحلة أفأحج عنه قال: نعم، متفق عليه فقد أطلق كونه عنه۔" ترجمہ: فرض حج میں عجز کے وقت اور نفلی حج میں مطلقاً نیابت کے درست ہونے سے مصنف نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اصل حج کی ادائیگی، حکم دینے والے کی طرف سے ہوتی ہے، اس کی دلیل خثعم قبیلے کی عورت والی حدیث ہے۔ یہ عورت حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا مہاجرات میں سے تھیں، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے بندوں پر جس حج کو فرض فرمایا ہے، وہ میرے والد کو اس حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہیں، سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ فرمایا: ہاں۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے والد کی طرف سے حج ہو جانے کو مطلق ارشاد فرمایا ہے۔" (البحر الرائق جلد 3، صفحہ 110، مطبوعہ بیروت)

اشکال: لباب المناسک اور اس کی شرح میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے بھی اور دیگر بھی کئی کتب فقہ میں یہ بیان کیا ہے کہ نفلی حج بالاتفاق مامور (جس کو حج کیلئے بھیجا گیا، اس) کی طرف سے ادا ہوتا ہے، آمر (بھیجنے والے) کی طرف سے ادا نہیں ہوگا بلکہ آمر کو خرچ کا ثواب ملتا ہے کہ نفلی حج میں اصل مقصود ثواب پہنچانا ہے اور وہ آمر کو مل جاتا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے: "(وفي حج النفل يقع عن المأمور اتفاقا) أي باتفاق مشائخنا، لأن الحديث ورد في الفرض دون النفل (وللآمر الثواب) أي ثواب النفقة۔" (المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط صفحہ 651، مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

اشکال کا جواب: ہدایہ کی شرح غایۃ البیان میں امام قاضی قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ نے اس اتفاق کے بیان کو خلاف روایت قرار دیا، انہیں امام اتقانی رحمہ اللہ سے یہ بات ردالمحتار میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے

بھی ذکر کی اور اسے برقرار رکھا، انہیں امام اتقانی سے یہ بات علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ نے بھی ہدایہ کی شرح البنایہ میں بیان کی اور اسے برقرار رکھا۔ نیز علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ نے طوالع الانوار میں بھی اس اتفاق کو محل نظر قرار دیا اور علامہ مسکین رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ نقل کیا کہ چاہے حج فرض ہو یا نفل، دونوں صورتوں میں، آمِر یعنی بھیجنے والے کی طرف سے ہی ادائیگی ہوگی۔

غایۃ البیان میں ہے: "قال بعضهم فی شرحه فی هذا الموضع:" الحج النفل یقع عن المأمور بالاتفاق وللآمر ثواب النفقة۔" وذلک خلاف الروایة، ألا تری الی ما قال الحاکم الجلیل الشهید رحمه اللہ تعالٰی فی مختصر الکافی: الحج التطوع عن الصحیح جائز۔ ثم قال: واذا حج الصحیح عن نفسه فهو تطوع۔ ثم قال: وفی الأصل تکون الحجة عن المحج۔" ترجمہ: بعض فقہاء نے اپنی شرح میں اس مقام پر فرمایا: "نفلی حج بالاتفاق مامور کی طرف سے واقع ہوگا اور بھیجنے والے کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔" یہ بات روایت کے خلاف ہے، کیا تو نے نہ دیکھا جو حاکم جلیل شہید رحمہ اللہ نے اپنی مختصر الکافی میں فرمایا: نفلی حج، تندرست آدمی کی طرف سے بھی جائز ہے۔ پھر فرمایا: جب تندرست آدمی نے اپنی طرف سے حج کروایا تو وہ نفلی حج شمار ہوگا۔ پھر فرمایا: اصل میں یہ ہے کہ حج، حج کرانے والے کی طرف سے شمار ہوگا۔ (غایۃ البیان جلد4، صفحہ389، مطبوعہ کویت)

طوالع الانوار میں علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ دونوں طرف کی عبارات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "هذا یؤید ما ذکره منلا مسکین بأن الأصل الحج یقع عن المحجوج عنه سواء کان فرضا او نفلا۔ فالاتفاق الذی قدمناه عن اللباب وشرحه، فیه نظر۔ واللہ اعلم۔ والحموی فی حاشیة الأشباه نقل عن شرح الوهبانیه: بانه فی النفل یقع عن المأمور ویصیر الثواب للآمر، ثم قال: وفیه تامل۔ ولعله لمح الی ما ذکره مسکین وما قدمناه عن مختصر الکافی فتنبه۔" ترجمہ: "علامہ اتقانی رحمہ اللہ نے جو کچھ بیان فرمایا" یہ علامہ مسکین رحمہ اللہ کے ذکر کردہ مسئلے کی تائید کرتا ہے کہ اصل حج، محجوج عنہ کی طرف سے واقع ہوگا، چاہے وہ فرض حج ہو یا نفل۔ لہٰذا ہم نے جو پہلے لباب اور اس کی شرح سے اتفاق نقل کیا ہے، اس میں نظر ہے۔ واللہ اعلم۔ علامہ حموی رحمہ اللہ نے الاشباہ کے حاشیے میں شرح وہبانیہ سے پہلے یہ عبارت نقل کی: "نفلی حج میں، حج کی ادائیگی مامور کی طرف سے ہوگی اور آمِر کو ثواب ملے گا" اس کے بعد فرمایا: اس میں تامل ہے۔ گویا کہ انہوں نے بھی اسی کی طرف اشارہ فرمایا جو علامہ مسکین رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا اور جو پہلے ہم نے مختصر الکافی کے حوالے سے ذکر کیا۔ لہٰذا خبردار رہو۔ (طوالع الانوار جلد4، صفحہ358، مخطوطہ)

غایۃ البیان میں علامہ اتقانی رحمہ اللہ کے مؤقف کی ترجیح :

1۔ متون وشروح کا اطلاق :

حج بدل کے باب میں متون میں فرض ونفل میں مطلقا نیابت کو جائز قرار دینا اور شروح میں فرض ونفل کی تقسیم کے بغیر مطلقا ہی یہ فرمانا کہ حج کی ادائیگی آمر کی طرف سے ہوگی، اور اسی کو صحیح مذہب اور محققین کا مذہب فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ راجح وہی ہے جو علامہ اتقانی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

متن جیسے کنز الدقائق کے الفاظ "وإنما شرط عجز المنوب للحج الفرض لا للنفل"۔ کافی للحاکم کے الفاظ "والحج التطوع جائز عن الصحيح"۔ شروح جیسے بسوط للسرخسی کے الفاظ "أن الصحيح من المذهب فيمن حج عن غيره أن أصل الحج يكون عن المحجوج عنه وأن إنفاق الحاج من مال المحجوج عنه كإنفاق المحجوج عنه من مال نفسه أن لو قدر على الخروج بنفسه وبنحوه جاءت السنة"۔ فتح القدیر کے الفاظ "مختار شمس الأئمة السرخسي وجمع من المحققين أنه يقع عن الآمر وهو ظاهر المذهب، ويشهد بذلك الآثار من السنة ومن المذهب بعض الفروع. فمن الآثار حديث الخثعمية، وهو أن امرأة من خثعم قالت: يا رسول الله إن فريضة الله في الحج على عباده أدركت أبي شيخا كبيرا لا يثبت على الراحلة أفأحج عنه؟ قال نعم متفق عليه، فقد أطلق على فعلها الحج كونه عنه، وكذا قوله للرجل حج عن أبيك واعتمر رواه أبو داود والنسائي والترمذي وصححه. وأما الفروع فإن المأمور لا يسقط عنه حجة الإسلام بهذه الحجة، فلو كانت عنه لسقطت، إذ الفرض أن حجة الإسلام تتأدى بإطلاق النية وتلغو الجهة على ذلك التقدير، وفيه تأمل. ولم يستدل في البدائع بعد حديث الخثعمية سوى باحتياج النائب إلى إسناد الحج إلى المحجوج عنه في النية، ولو لم يقع نفس الحج عن الآمر لم يحتج إلى نيته"۔ ہدایہ اور تبیین الحقائق میں ہے "واللفظ للتبيين "لأنه في الحج النفل تجوز الإنابة مع القدرة؛ لأن باب النفل أوسع ألا ترى أنه يجوز التنفل في الصلاة قاعدا وراكبا مع القدرة على القيام والنزول ثم الصحيح من المذهب فيمن حج عن غيره أن أصل الحج يقع عن المحجوج عنه" مزید بھی کئی کتب فقہ میں اسی طرح اطلاق کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

2۔ متعدد فروعات اسی پر دلالت کرتی ہیں جس طرح صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ نے اوپر کی عبارت میں فرمایا۔

پہلی فرع : بسوط للسرخسی میں ہے "رجل دفع مالا إلى رجل ليحج به عن الميت فلم يبلغ مال الميت النفقة فأنفق المدفوع إليه من ماله ومال الميت فإن كان أكثر النفقة من مال الميت وكان ماله بحيث يبلغ ذلك أو عامة النفقة فهو جائز وإلا فهو ضامن يرده، ويحج من حيث يبلغ ۔۔۔ وإن كان أكثر النفقة من مال نفسه كان جميع

نفقته من مال نفسه فيكون الحج عنه ويضمن ما أنفق من مال الميت؛ لأنه مخالف لأمره فإنه أمر بأن ينفق في سفر الحج بذلك السفر عن الميت لا عن نفسه، وهذه المسألة تدل على أن الصحيح من المذهب فيمن حج عن غيره أن أصل الحج يكون عن المحجوج عنه وأن إنفاق الحاج من مال المحجوج عنه كإنفاق المحجوج عنه من مال نفسه أن لو قدر على الخروج بنفسه وبنحوه جاءت السنة" خلاصہ یہ کہ کسی نے دوسرے کو میت کی طرف سے حج کرنے کیلئے بھیجا تو اگر اکثر خرچہ میت کے مال سے ہے تو حج میت کی طرف سے ہوگا، اگر اکثر نفقہ جانے والے نے اپنے مال سے کیا تو حج جانے والے کی طرف سے ہوگا اور میت کے مال میں سے جو خرچ کیا اس کا تاوان لازم ہوگا۔ (بسوط للسرخسی 4، صفحہ 164، مطبوعہ بیروت)

اس مسئلے میں میت کی وصیت کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ ہم اسے فرض حج کے بارے میں مانیں بلکہ مطلقاً ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کسی میت کی طرف سے حج کرنے کو کہہ رہا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ نفلی حج ہوگا، اور جب اکثر مال جانے والا اپنے پاس سے دے رہا ہے تو فرمایا کہ میت کے مال کا تاوان لازم ہوگا، یہ تاوان اسی لئے لازم ہو رہا ہے کہ میت کی طرف سے حج ادا نہیں ہوا، اگر میت کی طرف سے حج کرنے سے مراد صرف ثواب پہنچانا ہوتا تو مال خرچ کرنے سے ثواب تو پہنچ ہی گیا مگر تاوان لازم ہونے پر ہی شمس الائمہ رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حج، محجوج عنہ کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔

دوسری فرع: میت نے زندگی میں تہائی مال میں وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے حج کئے جائیں اور تہائی مال ایک سے زائد حج کو شامل ہے تو تہائی مال میں جتنے بھی حج ہوں گے سب میت کی طرف سے کئے جائیں گے، ظاہر ہے کہ سارے فرض نہیں ہوں گے۔

بسوط للسرخسی، فتح القدیر، بدائع الصنائع، محیط برہانی، المسالک فی المناسک، خزانۃ الاکمل، الینابیع میں ہے: "واللفظ لینابیع: ولو اوصى ان يحج عنه عشر حجج بعشرة انفس فاحج الوصى عنه رجلا واحدا في عشر سنين اجزاه، اوصى ان يحج عنه عشر حجج فى عشر سنين وثلث ماله يوفى بذلک کله فاحج الوصى عنه عشرة انفس فى سنة واحدة بغير امر الحاكم ضمن وان كان بامره لم يضمن۔۔۔ وان اوصى ان يحج عنه بثلث ماله وذلک يبلغ حججا كثيرة فالوصى بالخيار ان شاء احج عنه فى كل سنة حجة واحدة وان شاء احج عنه مقدار ما يبلغ فى سنة واحدة والتعجيل افضل" خلاصہ یہ کہ اگر دس حج کرنے کی وصیت کی تھی اور تہائی مال اتنا پہنچتا ہے تو وصی دس حج،

میت کی طرف سے کروائے گا، اور اگر کل تہائی مال سے حج کرنے کی وصیت کی تو تہائی میں جتنے بھی حج آئیں گے، وصی سب حج میت کی طرف سے کروائے گا۔ (ایضا بیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع صفحہ 607.606، مطبوعہ سعودیہ)

تیسری فرع: عمرہ بھی فرض یا واجب نہیں ہے، اگر عمرے کیلئے کسی کو بھیجا کہ میری طرف سے عمرہ کریں تو جانے والے پر لازم ہے کہ پہلے بھیجنے والے کی طرف سے عمرہ کرے، اس کے بعد اگرچہ اپنی طرف سے حج کرلے، کوئی حرج نہیں ہے۔ جس طرح عمرہ فرض نہ ہونے کے باوجود، بھیجنے والے کی طرف سے کرنا ضروری ہے، اسی طرح نفلی حج بھی فرض نہ ہونے کے باوجود، بھیجنے والے کی طرف سے کرنا ضروری ہے۔

بہار شریعت میں ردالمحتار سے، اسی طرح البحر الرائق وغیرہ کتب میں ہے: "واللفظ للبحر" إذا أمره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفا، والنفقة في مدة إقامته للحج في ماله؛ لأنه أقام في منفعة نفسه بخلاف ما إذا حج أولا ثم اعتمر للآمر فإنه يكون مخالفا؛ لأنه جعل المسافة للحج، وأنه لم يؤمر به، وإن كانت الحجة أفضل من العمرة؛ لأنه خلاف من حيث الجنس كالوكيل بالبيع بألف درهم إذا باع بألف دينار كذا في المحيط" خلاصہ یہ کہ عمرہ کیلئے بھیجا تو ضروری ہے کہ بھیجنے والے کی طرف سے پہلے عمرہ کرے، اگر اس نے پہلے اپنی طرف سے حج کیا پھر بھیجنے والے کی طرف سے عمرہ کیا تو تاوان لازم ہوگا کہ بھیجنے والے نے سفر کو اپنے عمرے کیلئے مختص کیا تھا اور اس نے اس کے بر خلاف کیا۔ (البحر الرائق جلد 3، صفحہ 113، مطبوعہ بیروت)

چوتھی فرع: ہمارا سوال و جواب تو اس میں ہے کہ بھیجنے والے نے خرچہ دیا ہے اور کہا ہے کہ میری طرف سے نفلی حج کریں، بہار شریعت میں تو اس سے بھی آگے کا فرمایا کہ بغیر کسی کے کہے دو اجنبیوں کی طرف سے نفلی حج کا احرام باندھا تو جس ایک کیلئے چاہے اس کیلئے حج کردے اور ثواب تو دونوں کو پہنچا سکتا ہے، جس سے واضح ہے کہ حج کی ادائیگی اس کی طرف سے ہوگی جس کی نیت کی ہے اگرچہ اس نے حکم نہیں دیا اور ثواب دونوں کو پہنچا سکتا ہے، اگر نفلی حج میں ادائیگی اس کی طرف سے ہوتی جس نے افعال ادا کئے ہیں تو پھر یہ کیوں فرمایا جاتا کہ حج کو جس کی طرف سے چاہے کردے، پھر صرف یہی فرمایا جاتا کہ حج اس کی طرف سے ادا ہوا جس نے افعال ادا کئے اور ثواب کسی کو بھی دے سکتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے: "**اگر بغیر کہے اپنے آپ دو شخصوں کی طرف سے حج نفل کا احرام باندھا تو اختیار ہے جس کے لیے چاہے کردے** مگر اس سے اُس کا فرض ادا نہ ہوگا جب کہ وہ اجنبی ہے۔ یوہیں ثواب پہنچانے کا بھی اختیار ہے **بلکہ ثواب تو دونوں کو پہنچا سکتا ہے۔**" (بہار شریعت جلد 1، حصہ 6، صفحہ 1204، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اسی طرح امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے بھی ایک سوال کے جواب میں میت کی طرف سے حج کی ادائیگی کی اجازت دی ہے یہ نہیں فرمایا کہ حج اپنی طرف سے کریں اور ثواب میت کو بھیجیں، حالانکہ میت کی طرف سے بظاہر اور سوال میں بھی کسی وصیت یا حکم کا ذکر نہیں تھا، بہار شریعت کا مسئلہ اور امام اہلسنت رحمہ اللہ کا یہ جواب بھی ترجیح کی ایک دلیل ہے کہ دوسرے کی طرف سے نفلی حج کرنے میں بھی ادائیگی دوسرے کی طرف سے ہوتی ہے، افعال ادا کرنے والے کی طرف سے نہیں ہوتی۔ امام اہلسنت رحمہ اللہ سے کیا جانے والا سوال اور اس کا جواب:

سوال: حضرت جناب مولانا صاحب بعد سلام سنت، واضح ہو مجھ کو سخت ضرورت وانتشار برائے دریافت ایک امر واقع ہوگیا، وہ یہ ہے کہ میں اس سال جو حج بیت اللہ کو جاتی ہوں **تو بارادہ حج بدل اپنے پیر ومرشد جناب نانا صاحب حضرت شاہ آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کے جاتی ہوں، مارہرہ آکر ایک امرِ جدید دریافت ہوا کہ جس سے آج تک اور اب تک بے خبر محض تھی، وہ امر یہ کہ جناب مرحومہ مغفورہ والدہ صاحبہ جو بیت اللہ تشریف لے گئی تھیں، وہاں جا کر ان کو مرض الموت پیدا ہوا اور بتاریخ آٹھویں ذی الحجہ مقام منی پہنچ کر انتقال ہوگیا اور حج نہیں ہوا، تو مجھ پر اب حج والدہ مغفورہ لازمی ہوگیا، چونکہ میں اپنے ہمراہ بوجہِ محرمیت، برادرزادہ کو لئے جاتی ہوں جس کی عمر 19 سال کی ہے اور اول مرتبہ یہ برادرزادہ بیت اللہ جاتا ہے تو دریافت طلب آپ سے یہ امر ہے کہ **میں اس بچہ سے حج والدہ مغفور کرادوں اور خود حج بعوضِ پیر ومرشد کروں اور میں سابق میں اپنے شوہر اور اپنے والد مغفور کا حج کر کے آئی ہوں اور میرا ذاتی حج، عرصہ اٹھارہ سال ہوا کہ ہوچکا تھا**، اگر برادرزادہ سے حج والدہ مرحومہ نہ ہوسکتا ہو تو میں خود قیام کر کے ایک سال تک **دونوں حج مرشد و والدہ ادا کروں**، ان امور کا جواب جلد مرحمت ہو۔

جواب: بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس، اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا پر اسی سال حج فرض ہوا تھا، اس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا تو جب تو ان کا حج بفضلہ تعالیٰ ادا ہوگیا، بلکہ ایسا ادا ہوا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر سال حج کرتی رہیں گی اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہوچکا تھا تو البتہ حج فرض ان پر باقی رہا، حضرت ان کی طرف سے ادا فرمائیں یا ادا کرادیں تو اجر عظیم ہے۔ اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے، کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہوگیا یا اب تک ان پر فرض نہ ہوا، اگر ان پر اصلا فرض نہ ہوا تو حضرت، ان کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرادیں اور **خود حضور پر نور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی**

طرف سے کریں اور اگر خود ان پر حج فرض ہولیا ہو تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گناہ گار ہوں گے مگر حج جس کی طرف سے کریں گے ادا ہوجائے گا، ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں ان سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے ۔ زیادہ حد ادب ۔ (فتاوی رضویہ جلد 10، صفحہ 658، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب : ابو محمد محمد فراز عطاری مدنی

مصدق : مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: OKR-0024

تاریخ اجراء: 14 محرم الحرام 1447ھ/10 جولائی 2025ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net